مطبوعات

نظام الملک طوسی تالیف - مولانا عبدالرزاق کانپوری - شائع کردہ نفیس اکیڈیمی، بلاسس اسٹریٹ - قیمت مجلد بارہ روپے صفحات ۵۶۰ -

عباسیوں کے وزراء آل برمک کے بعد سب سے زیادہ جس وزیر نے حسن تدبّر، فکر رسا اور خدمتِ دین میں غیر معمولی شہرت حاصل کی وہ نظام الملک طوسی تھا۔ یہ وزیر بیک وقت ایک صاحب طرز ادیب، اور ایک مخلص عالم تھا۔ اس کے عہد وزارت میں باطنی فرقہ کی سرگرمیاں بہت تیز ہو چکی تھیں۔ حسن بن صباح نے نہ صرف لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کیے بلکہ سازشوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیا اور اُس کے ساتھی ہر اُس شخص کو قتل کرنے کے درپے تھے جو ان کے راستے میں مزاحم ہو سکتا تھا۔ بیشمار قیمتی جانیں اس سفاک اور عیار گروہ کے ہاتھوں ضائع ہوئیں۔ خود نظام الملک کو بھی اس فرقہ کے ایک آدمی نے شہید کیا۔

زیر تبصرہ کتاب میں جہاں ایک طرف نظام الملک طوسی جیسے باکمال وزیر کی پوری زندگی مؤرخانہ دیانتداری سے قلمبند کی گئی ہے، وہاں حسن بن صباح اور اس کی خوفناک تحریک کا بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

نظام الملک کے حالات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیک دل وزیر اس بات کا انتہائی آرزومند تھا کہ مملکت کا پورا نظام اسلامی شریعت کے مطابق چلایا جائے۔ سیاست نامہ میں اس کی جو تفصیلات ملتی ہیں وہ اس آرزو و تمنّا کی پوری طرح غمازی کرتی ہیں۔ وہ بادشاہ اور رعایا کے فرائض کے تحت لکھتا ہے :-

"جب لوگ شریعت کی پابندی چھوڑ کر دین و مذہب کا خاکہ اڑانے لگتے ہیں

اور خدا کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے ہیں اُس وقت وہ اُن کے اعمال کی سزا دینا چاہتا ہے اور بجائے عادل اور مہربان بادشاہ کے ظالم حکمراں مسلط کرتا ہے۔ اس دور میں انقلاب میں خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں اور گنہگار اپنے کرتوتوں کی سزا پاتے ہیں۔ اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ جب نیستان میں آگ لگتی ہے تو اول وہ خشک چیزوں کو جلاتی ہے پھر ہمسائیگی کے طفیل تر و تازہ چیزیں بھی جل کر راکھ ہو جاتی ہیں "

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر وہ فرمانرواؤں کو یہ نصیحت کرتا ہے:

"بادشاہوں کو خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہیے، مگر یہ رضامندی جبھی ہو سکتی ہے کہ بندگانِ خدا پر عدل و احسان کیا جائے۔ عدل کا ثمرہ بادشاہ کو یہ ملتا ہے کہ رعایا ٹھنڈے دل سے دعائیں مانگتی ہے، جس سے سلطنت مستحکم اور ملک میں اضافہ ہوتا ہے اور دین و دنیا کی نیک نامی حاصل ہوتی ہے اور آخرت کا حساب ہلکا ہو جاتا ہے چنانچہ مشہور قول ہے کہ الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم یعنی سلطنت کفر سے تو باقی رہ جاتی ہے مگر ظلم و ستم سے نہیں رہتی "

"بادشاہ پر واجب ہے کہ فرض و سنت اور احکام شریعت کے قائم رکھنے کی کوشش کرے ..... حدیث میں آیا ہے کہ بادشاہ کے واسطے سب سے اچھی چیز اُس کا پاکیزہ مذہب ہے، کیونکہ مملکت اور مذہب مثل دو بھائیوں کے ہیں۔ جب مملکت میں انقلاب ہو گا تو مذہب میں بھی رخنہ پڑے گا اور جب مذہب میں فتور ہو گا تو سلطنت پر بھی اُس کا اثر پڑے گا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے اچھا بادشاہ وہ ہے جو اہلِ علم سے صحبت رکھتا ہو اور سب سے برا وہ عالم ہے کہ جو بادشاہ سے ملتا ہو۔"

پھر نظام الملک بادشاہ کو یہ چیز بھی ذہن نشین کراتا ہے کہ اُسے امورِ سلطنت میں عورتوں کو دخیل نہیں ہونے دینا چاہیے اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتا ہے کہ "بیگماتِ شاہی جو حکم دیتی ہیں یہ

ہمیشہ وہی ہوتے ہیں جو اہل غرض انہیں سجھا دیتے ہیں کیونکہ مردوں کی طرح عورتوں کو برأی العین دیکھنے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اُن کی پیش خدمتیں کان بھرتی رہتی ہیں اس لیے عورتوں کے احکام راستی کے خلاف ہوتے ہیں، جن سے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "عورتوں کا کلام بھی مثل عورتوں کے پردے میں رہنا چاہیئے یعنی جس طرح علانیہ کوئی اُن کو نہیں دیکھ سکتا ہے، اسی طرح کھلم کھلا کوئی اُن کی بات بھی نہیں سن سکتا ہے۔

نظام الملک کے نصائح کا سب سے مؤثر حصّہ وہ ہے جس میں اُس نے اپنے فرزند ارجمند کو خطاب کیا ہے۔ اس حصّہ میں وہ اپنے دلبند کو اُن سارے خطرات سے آگاہ کرتا ہے جو مسند وزارت سنبھالنے کے بعد وزراء کو پیش آتے ہیں۔ یہ حصّہ بڑا ہی مؤثر اور اُس کی دلی کیفیات کا ترجمان ہے۔ اس کے ہر لفظ سے اُس کا خلوص جھلکتا ہے۔ وہ اپنے لڑکے کو پہلی نصیحت یہ کرتا ہے:

"میرے بعد وزارت اختیار نہ کرنا اور جہاں تک ہو سکے دولتِ جاوید یعنی قناعت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور دنیا کی چاپلوسی پر شیدا اور فریفتہ نہ ہو جانا کیونکہ اول کی لذتیں آخرت کی مسرتوں کی برابر قیمت نہیں رکھتی ہیں۔"

پھر اس کی وجہ یہ بتاتا ہے:

"صبح سے شام تک بلا ناغہ لوگوں کے معاملات میں وزیر کو مختلف احکام صادر کرنا پڑتے ہیں اور حکم الٰہی یوں ہے فاحکم بین الناس بالعدل یعنی جو حکم ہو وہ کانٹے کی تول ہو ایسی صورت میں خدانخواستہ اگر اُن میں سے کوئی ایک بھی حکم خداوندی کے خلاف صادر ہو جائے تو اس ایک لحظہ کے نقصان کی تلافی سو برس کی حکومت میں نہیں ہو سکتی ہے۔"

کتاب کا وہ حصّہ بھی بڑا دلچسپ اور قابل قدر ہے جس میں فرقہ باطنیہ کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ اس فرقہ کے معتقدات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رہنماؤں نے شرعی احکام

کو مٹانے کی کوشش نہ کی بلکہ اُن کی اس انداز سے تاویل کی کہ پورا دین بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا۔ اُن کے نزدیک قادرِ مطلق (معاذ اللہ) محض ایک عضوِ معطل تھا۔ وہ خدا کو قادر ان معنوں میں نہیں مانتے تھے کہ وہ کائنات کی ہر چیز پر قادر ہے بلکہ اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اُس نے دوسروں کو قدرت عطا کی ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنی امام کو یاد کرنا اور نمازِ باجماعت کے معنی امام معصوم کی متابعت کرنا تھا۔ روزہ کا مفہوم اُن کے نزدیک یہ تھا کہ انسان امام کے اسرار کی حفاظت کرے، یا اپنے مقتداء کے افعال کو خاموشی سے دیکھتا رہے اور اگر وہ فواحش میں مبتلا ہو تو اس کو بھی افعالِ حسنہ سمجھے۔ طوافِ کعبہ سے مراد امام کے گھر کا طواف کرنا ہے۔

عمر خیام سے جو روایات عام طور پر منسوب کی جاتی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محض ایک شاعر رند مشرب تھا۔ فاضل مصنف نے بڑی تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صرف شاعر نہ تھا بلکہ فلسفہ، منطق، ریاضی، تفسیر، علمِ قرأت اور علمِ نجوم کا بھی ایک بردست عالم تھا۔

یہ پوری کتاب معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ اس کے مطالعے سے اسلامی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک دور سامنے آجاتا ہے اور اُن لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام صرف ۳۲ برس تک دنیا میں قائم رہا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے درہم برہم ہو گیا۔

کتاب کا معیارِ طباعت عمدہ ہے البتہ کتابت کی غلطیاں ذوق پر گراں گزرتی ہیں۔

جیتا جاگتا

تالیف: علامہ ابن طفیل۔ اردو ترجمہ مع تبصرہ۔ ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب ایم، اے، پی، ایچ۔ ڈی۔ صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی۔

زیرِ تبصرہ کتاب ابن طفیل کی شہرہ آفاق تصنیف "حی بن یقظان" کا شستہ اور رواں ترجمہ ہے۔ اس فاضلانہ تصنیف میں ایک عام فہم اور دلچسپ قصے کے ذریعہ یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر موحد ہوتا ہے اور اگر خارجی حالات